الوعظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم وکان اللہ شاکراً علیماً ۝

ترجمہ

اگر تم لوگ (پورے) شاکر اور (سچے) ایمان والے بنے رہو تو خدا تم پر کیوں عذاب (نازل) کرے۔ کہ وہ (بڑا) جاننے والا قدردان مولا ہے۔

سیدالکونین و رسول الثقلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور انھوں نے مجھے استغفار سے مار ڈالا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو ان میں ہوا پرستی کی روح دم کی تاکہ وہ اپنے آپ کو سیدھے رستے پر ہونیکے خیال سے استغفار زبان پر بھی نہ لائیں۔ (ترغیب ترہیب)

امن وعافیت

یوں کہنے کو تو ہر شخص ہر ایک فرد بشر امن وعافیت کا طالب اور اُسکا پورا گرویدہ وشیدا معلوم ہوتا ہے اور زبان حال وزبان مقال سے بھی اُسکے یہی صدا کانوں میں آتی ہے۔ نیز دلی جذبات کا وہ انتہائی رجحان جسکو کشش متقناطیسی کہیئے یا فطرت انسانی۔ نہیں بلکہ عشق ومحبت والفت وچاہت۔ بہرحال انسان بلحاظ امن پسندی وعافیت طلبی ایک وہ عاشق معلوم ہوتا جسکی مثال حقیقت میں نہ تو واجب الرحم مجنوں سے دیے جانے کے قابل ہے اور نہ قابل ترس فرہاد سے بلکہ میرے خیال میں انسان کی امن پسندی وعافیت طلبی کی مثال بلحاظ صدق وکذب حال ومقال نہایت چسپاں اور دلوں میں کھب جانے والی یہ ہوسکتی ہے۔ جو ایک عظیم الشان جلسہ وعظ دہلی میں عالیجناب مولینا صوفی حاجی مولوی اشرف علی صاحب تہانوی نے بیان فرمائی آپ اپنے جامع اور مبسوط پُراثر وعظ میں محبت خداوندی اور اُسکے دعویداران کی تشریح فرمارہے تھے جسکے متعلق اعلی حضرت مدظلہ العالے نے بے انتہا نظائر وتماثیل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ

ایک شخص چلا جارہا تھا سامنے سے کسی حسین وجمیل عورت کو آتا ہوا دیکھکر اُسکا عاشق ہوگیا اور اپنا رستہ چھوڑکر اُسکے پیچھے ہولیا عورت نے

اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی راہگیر ہے ممکن ہے اسکا مکان یا جہاں اِسے جانا ہے مد نظر ہے وہ اسی جانب ہو جدہر مجھے جانا ہے لیکن وہ کجاجن عمداً اسکے پیچھے پڑا تھا ساتھ ساتھ لگا چلا جاتا ہے آخر کار عورت نے اسکی طرف مڑکر دیکھا اور کہا اے شخص میرا پیچھا لینے سے تیرا کیا مدعا ہے اور تو کیوں میرے پیچھے پڑا ہے۔

وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں تیرا عاشق و شیدا ہو گیا ہوں جب سے تجھے دیکھا ہے۔ سوائے تیرے رستے کے کوئی دوسرا رستہ دکھائی نہیں دیتا۔ جاؤں تو کہاں جاؤں۔ یہ سنکر عورت نے کہا کہ افسوس تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے جو اسطرح میرے ساتھ ہولیا۔ ارے نادان میری ایک سہیلی نہایت حسین مجھ سے بھی خوبصورت میرے پیچھے چلی آتی ہے۔ جسے دیکھکر یقیناً تیری روح خوش ہو جائے گی۔ عاشق اتنا سنتے ہی الٹا دوڑا۔ جسکے پیچھے پہونچکر اس عورت نے ایک دوہتڑ مارا اور کہا کہ بس تیرے عشق کی حقیقت اتنی ہی تھی کہ دوسرے حسین کی سنتے ہی کافور ہوگئی۔ تف ہے تیرے عشق و اظہار عشق پر۔ اسی برتے پر میرے عشق کا دعوی کیا تھا اور میرے قدم بقدم چلا آتا تھا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ۔ مدیر)

نتیجہ وہی امن و عافیت کی جھوٹی یا سچی خواہش جسکے پیچھے انسان عاشقانہ چال لگڑا کھڑے اکھڑے قدموں چل رہا ہے۔ جسکو دیکھئے عافیت کا طالب ہے اور امن و امان کا شیدائی صحت کا خواہاں ہے اور حریت کا

متلاشی۔ لیکن جزوی غور اور قدرے تامل کئے جانے سے یہ راز فاش اور انسان کی امن پسندی وعافیت طلبی کا مخفی راز طشت از بام ہوا جارہا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اگر آپ میرے سپرد فرمائیں گے تو میں آپ کو چند اُن مثالوں میں اس اہم ضرورت کی کمی کو ظاہر کرتے ہوئے یہ بات دکھاؤنگا کہ انسان باوجود امن وعافیت کا دلدادہ وشیدا ہونے کے کتنا اور کسقدر اُس سے پیچھے ہٹا ہوا ہے اور باوجود خیریت کا متلاشی ہونے کے خیریت کی سڑک اعظم پر چلنے کی کتنی اور کسقدر رکاوٹیں اُس نے پیدا کر رکھی ہیں۔ باستثنائے اُن مبارک نفوس جو اس سے مستثنےٰ ہیں جسکو دیکھئے نقص امن کی پرخطر اور جان لیوا بیماری میں مبتلا ہے جسے دیکھئے عافیت کا خون کرنے کے لئے بیحد سفاک وبیباک نظر آتا ہے جسے ٹٹولئے خیریت کا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ آخر اسکی کوئی وجہ کوئی سبب کوئی اسکی علت غائی کہ کیوں یہ امن وعافیت کا دعویدار ہو کر اس سے لادعویٰ نہیں بلکہ اُسکا مخالف ہوا جاتا ہے۔ کیوں اُسکی محبت وعشق کا دم بھر کر اُسکا معاند اور اُسکا دشمن بنا جاتا ہے۔

چونکہ امن وعافیت کی گرویدگی وتعشقِ انسانی سے تو آپ اچھی طرح واقف ہوگئے۔ اب یہ بات معلوم کرنی ضروری ہے کہ آیا انسان اس کا دشمن ہے یا نہیں جسکے لئے آپ کو دو قوتوں اور دو طاقتوں کے ذہن نشین کرنے کے بعد روحانی وجسمانی دو حکمتیں نظر آئیں گی جن میں ہر دو طاقتوں کا منشا نہ صرف یہ ہوگا انسان امن پسندی وعافیت طلبی کے

الوالعزم خیالات سے اپنے دل و دماغ کو مالا مال کرے بلکہ ہر دو قوتوں کے قوانین کا خلاصہ اور لب لباب یہی ہو گا کہ انسان امن و امان سے وہ عشق پیدا کرے جسکی سچائی کی صداقت نہ فقط اسکی زبان سے ادا ہو بلکہ اُسکے دست و پا بصورتِ عملی کافی ثبوت دینے والے ہوں۔ یہ نہ ہو گا کہ خدا سے تو خیریت مانگی جائے اور خود وہ افعال کئے جائیں جنسے خیریت کا نام و نشان تک باقی نہ رہے نیز زبان سے امن و عافیت چاہے اور دست و پا ہر آن و ہر لحظہ بدامنی کی جانب چلتے رہیں۔

حضرات! جو لوگ صحتِ جسمانی کے طالب ہیں وہ ہمیشہ اس ماکول و مشروب اُس سایہ اور دہوپ سے بچتے رہتے ہیں جو درحقیقت مضر صحتِ جسمانی ہے۔ ایسوں کی خیریت طلبی فی الواقع سچی خیریت طلبی کہی جاسکنے کے قابل ہو گی اور وہ اپنی جسمانی صحبت و تندرستی میں فی صدی پچانوے کامیاب ہونگے اور ضرور ہونگے۔ نیز جو لوگ صحتِ روحانی کے طالب ہیں وہ ہمیشہ اُن اخلاقی ممنوعات و محرمات اُن روحانی جرائم و ارتکابات سے بچتے رہتے ہیں جو درحقیقت مضر امنِ روحانی ہیں۔ ایسوں کی امن و عافیت طلبی دراصل سچی عافیت طلبی کہی جاسکے گی اور وہ اپنی امن و عافیت کی من مانی مرادیں فی صدی پچانویں کامیاب ہونگے اور ضرور ہونگے۔

پہلی مثال

ایک خدمت گار اپنے آقا کا شکر گذار ہی نہیں بلکہ اُسکی

تمام باتوں کو نہایت محبت والفت کی نگاہوں دیکھتا ہے جسکو صرف اپنی خدمت کے معاوضہ اور فقط انعام واکرام سے بحث نہیں بلکہ یہ اپنے آقا کی مطیعانہ اور غلامانہ محبت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے اگر یہ خدمتگار ارادے میں اپنے سچا ہے تو میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ اپنے آقا کی طرف سے کبھی نا امید و مایوس ہو سکتا ہے۔ یا اُسکا آقا کبھی اُسے مصائب و تکالیف میں عمداً مبتلا کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

دوسری مثال

ایک بادشاہ کی رعیت اپنے عادل حکمران کے احسانات سے متأثر ہوکر نہ صرف اسکی شکر پر اکتفا کرنے والی ہو بلکہ اُسکے تمام احکامات وقوانین کی پابندی کو اپنے لئے جزوِ ایمان سمجھتی ہو اُسکی امن پسندی کے الوالعزم خیالات کو دوبالا کرنے کے لئے اپنی بساط اپنی ہستی کے موافق اسکی اعانت ومددگاری اپنے لئے باعثِ فلاح سمجھتی ہو۔ کیا ایسی رعایا اپنے بادشاہ کی طرف سے قابلِ عتاب ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

تیسری مثال

وہ بندگانِ خدا جو اپنے پروردگار کی لکھوکھا نعمتوں اور اُس کی عنایتوں پر رات دن شکر گذاری ہی نہیں کرتے بلکہ اُسکے تمام وعدوں پر دل ہیں کہ مسرور وشاداں ہیں اور تمام وعیدوں پر قلب ہیں کہ لرزاں اور

ترساں ہیں نیز اُسکے ایک ایک حکم عالی کو اُن گوشہائے قلب میں رکھتے ہیں جہاں کسی دوسرے کا گذر نہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ ایسے بندوں کو دونوں جہان میں کہیں وہ ضائع کرسکتا ہے۔ یا وہ خدائے قدرشناس ایسے بندوں پر کسی قسم کا عذاب نازل کرسکتا ہے!

حضرات! یہ وہ کمی ہے جسکے پورا کرنے کی ہمیں ازبس ضرورت ہے۔ یہ وہ نقص ہے جسکے مٹانے کیلئے سب سے پہلے ہمیں آمادہ اور تیار ہونا لازمی ہے۔ شکرگزار اور ماننے والی قومیں وہ کونسا عالم ہے جہاں سرسبز وشاداب نہیں وہ کونسا ملک ومملکت ہے جسمیں اُنہیں فارغ البالی و مرفع الحالی نہیں۔ وہ کونسا زماں ومکان ہے جس میں شکرگزار اور فرمانبردار تکالیف ومصائب کی بری گھڑی دیکھتے ہونگے وہ کونسے ملازمین وہ کونسے عہدہ دار ہیں جنھوں نے شکرگذاری واطاعت شعاری کے بعد اپنے آقا اور اپنے افسرانِ بالادست سے اذیت پائی۔ وہ کونسی جماعت وہ کونسی امت ہے جنے اپنے ہادی اپنے رہبر کے سچے مطیع ہونے کے بعد گمراہی وکج روی کا رستہ لیا۔ وہ کونسے بندگانِ خدا ہیں جو خدائے برتر وعالی پر سچا ایمان لانے اور اُسکے پورے شکرگذار ہونے کے بعد اسکی درگاہ سے مطرود کئے گئے۔ میرا جہانتک خیال ہے اور درحقیقت میں اپنے خیال میں سچا ہوں تو میں بڑے زور سے یہ کہونگا کہ اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ ہوسکتا ہے اور سوائے آمنا۔ بلے۔ بیشک کے اور کچھ نہیں ملسکتا ہے۔ نیز ہر شخص

نہایت زور سے یہ کہنے کے لئے تیار ہے کہ ممنون و مشکور کبھی کسی زمانے اور کسی حال میں معذب و مقہور نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ انھوں نے عیش کئے اور دارین کی عزت اُن کے گلے کا ہار بنی رہی۔

یہ ہے سچی امن پسندی و حقیقی عافیت طلبی۔ یہی مسلمانوں کا دینی اور دنیوی مسلک ہونا چاہیئے۔ اسی کو وہ اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا یَفْعَلُ اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم وکان اللہ شاکرا علیماً

یعنی

(اے ہمارے بندو) اگر تم (پورے) شاکر اور (سچے) ایمان والے بنے رہو تو خدا تمپر کیوں عذاب (نازل) کرے کہ وہ (بڑا) جاننے والا قدردان ہے۔

خاکسار

محمد اسحاق مدیر الوعظ

غیبت

(از جناب مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی)

اس میں کسی کو شبہ نہیں کہ اسلام کی مقدس کتابوں میں اکثر بلکہ بالکلیہ تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست تمدن۔ کی تعلیم دلائی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی کی برائی کرنا ایک اخلاقی جرم ہے جس سے محفوظ رہنا تہذیب اخلاق میں داخل ہے۔ مگر تعجب ہے کہ غیبت عام اور خاص میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اسکا رواج اسقدر ترقی پذیر ہوا ہے کہ جدید علم والے بھی دیدہ و دانستہ اس برے انجام کا خیال نہیں رکھتے۔ جو غیبت کرنے والے کو آخرت میں پیش آنے والا ہے۔

ذی عقل غیبت سے نفرت کرتے ہیں مگر جہلا میں یہ قابل نفرین فعل نہیں ہے۔ اور ان میں بہت ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنی خوشامد اور دوسرے کی غیبت کو پسند کرتے ہیں۔ یا جنھوں نے غیبت کو رسوخ پیدا کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ جسقدر جہالت کا اثر غالب ہوتا جائے گا اُسی قدر لوگ غیبت کو زیادہ پسند کریں گے یہی وجہ ہے کہ آجکل کا زمانہ باوجود مہذب کہلانے کے نامہذب اور خراب ہو رہا ہے۔ کیونکہ لوگ مذہبی و اخلاقی تعلیم سے روز بروز بے بہرہ ہوتے جاتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ شب و روز خانہ جنگیاں۔ لفظی نزاع۔ باہمی رنجشیں۔ مذہبی پیچیدگیاں۔ عزیزوں میں منافقت بڑھتی جاتی

ہے۔ اسکا اصل سبب یہی ہے کہ لوگوں نے ایک دوسرے کی غیبت کرکے یہ نزاع پھیلائی ہے۔ ایک صاحب دوسرے کو بُرا کہتے ہیں۔ اور اسے حقیر سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوسرے کے پکے دشمن ہو گئے۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اگر کوئی کسی کی بُرائی نہ کرے یا بُرائی پر ملال ظاہر نہ کیا جائے تو یہ جھگڑے پیدا ہی نہ ہوں۔

مگر اول شق ممکن اور دوسری غیر ممکن ہے۔ اور تمام فساد رفع کرنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ کبھی کسی کی بُرائی زبان پر ہی نہ لائی جائے۔ اسی لئے ہر مذہب اور ہر ملت میں غیبت کی سخت ممانعت کر دی گئی ہے۔ یہ ایک مشہور اور صحیح ضرب المثل ہے کہ "بے عیب ذات خدا" لہذا واقعی بُرائی کے ساتھ کسی کی تشہیر کرنا اور غیر واقعی برائی سے متہم کرنا بہت بُرا اثر پیدا کرتا ہے جسکی غیبت کی جاتی ہے اسکی بیحد دل آزاری اور ذلت متصور ہوتی ہے۔ کوئی اسے اچھا نہ سمجھے جب دور اندیشی اور عاقبت بینی سے کام لیا جائیگا۔ تو واضح ہو جائے گا کہ غیبت کرنے والا ہرگز صحبت کے لائق نہیں ہے۔ جب اُسنے تمہارے آگے کسی کی بُرائی کی۔ تو یقین کر لو کہ اُسکے آگے ضرور بالضرور تمہاری بھی غیبت کرے گا۔ اور تمام عیوب اُسپر ظاہر کردے گا۔ کیونکہ تمہارے منہ پر تمہاری خوشامد اور اُسکے منہ پر اُسکی خوشامد غیبت کرنے والے کا اصل اصول ہوتا ہے۔ اسلام میں بہت سختی کے ساتھ اِسکی ممانعت کی گئی ہے۔ اور غیبت کرنے والوں کے لئے سخت ترین سزائیں مقرر ہیں۔ غیبت کو اکل حرام اور زنا سے

بڑھکر بُری شئے قرار دیا ہے۔ لہذا ہم کو غیبت کرنے سے احتراز لازم ہے
اور چاہیئے کہ کبھی کسی کی بُرائی نہ کریں۔ خود وہ موجود ہو یا نہ ہو۔ اس میں
شک نہیں کہ جب ہماری بُرائی ہمارے سامنے کی جائے تو ہم کو سخت
ناگوار گزرے گی۔ اور ہم بُرائی کرنے والے سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جائینگے
مگر ہماری پیٹ پیچھے غیبت کرنا بھی ہم کو سخت صدمہ پہونچاتا ہے۔ سب سے
پہلے غائب اور محبت ہیں اور پھر اُن سب میں جنکا تعلق غیب سے ہی۔
رنجش اور عناد پڑ جانا یقینی بات ہے۔ جب دو ہم مذہب بھائیوں کے
لئے تین دن سے زیادہ قطع کلام کرنا جائز نہیں اور صریح حدیث ہے کہ
"لایجوز لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال وخیرھما من یبدأ السلام"
یعنی کسی مسلمان کے لئے نہیں جائز ہے کہ تین رات دن تک اپنے مسلمان
بھائی سے بات چیت موقوف رکھے۔ اور ان دونوں میں سے بہتر وہ
ہے جو پہلے سلام کرے" حالانکہ غیبت نے برسوں تک فساد برپا رکھے
اور عزیزوں دوستوں میں جھگڑے ڈلوا دیئے ہیں۔ آپ نے بھی کتب
تواریخ میں دیکھا اور سنا ہوگا کہ لوگوں کی غیبتوں اور چغلیوں کی بدولت
بڑی بڑی سلطنتیں تاخت و تاراج ہوگئیں۔ اور اچھے خاصے گھرانے
ایسے تباہ و برباد ہوئے۔ جنکو فارغ البالی اور معاش سے بیفکری میسر
تھی وہ مفلس اور مفلوک الحال ہوگئے۔ خواہ ننگ اور ناموس خاندانی
کے خیال سے وہ دریوزہ گری نہ کریں اور محنت و مزدوری سے بظاہر
الگ تھلگ رہیں۔ مگر اُن کے اندرونی حالات نہایت ابتر اور ناگفتہ بہ ہیں

الغرض گذشتہ تاریخی واقعات پر نظر غور ڈالی جائے تو غیبت کے مرتب کئے بُرے نتائج صاف نظر آجاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام بربادیوں اور فسادوں کی بانی یہی ناہنجار غیبت ہے۔ اسے بھی جانے دیجے۔ آجکل بھی بہت ایسے واقعات پیش آتے ہیں جنمیں غیبت کا شرمناک وجود پایا جاتا ہے۔

یہ غیبت وہ زہر آلود تیر ہے جسکا زخم دل وجگر سے کبھی نہیں بھر سکتا۔ گو کیسے ہی بیش قیمت مرہم استعمال کئے جائیں۔ لیکن ہر وقت وہ چوٹ تازہ رہتی ہے جو تیغ غیبت سے لگی ہے بقول شاعر ؎

چھری کا تیر کا تلوار کا تو زخم بھرا
لگا جو زخم زباں کا رہا ہمیشہ ہرا

حکیم الاسلام شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی کسی شخص نے غیبت کی تھی جس کے آگے غیبت ہوئی تھی اُسنے حضرت سعدی سے آکر کہا کہ فلاں آپ کی نسبت ایسا ایسا کہتا ہے۔ شیخ صاحب خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ انھیں دنیاوی تعلقات سے کیا کام اور کسی کی بھلائی بُرائی کرنے سے کیا غرض تھی پھر بھی اُن کے دل پر اتنا اثر ضرور ہوا کہ آپ رنجیدہ ہو کر فرمانے لگے۔ "بھائی ایک شخص نے مجھے تیر مارا وہ مجھ تک نہ پہونچنے پایا۔ مگر تم نے لا کر اُسے میرے کلیجہ میں چبھو دیا۔ اُن کو شرمندہ ہونا پڑا۔ مگر بات رفع دفع ہو گئی ورنہ اگر سعدی رحہ ان کے کہنے پر عمل کر لیتے تو زیادہ ملال بڑھ جاتا اُسکا بُرا انجام ہوتا۔ کلام پاک میں نص صریح ہے کہ "ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم

ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ"۔ یعنے نہ غیبت کرے بعض تمہارا بعض کی۔ کیا تم میں سے کوئی اسکو اچھا سمجھتا ہے کہ اپنے بھائی کا مردار گوشت کھاتے پس اسے مکروہ جانو"۔

اللہ اللہ۔ یہ غیبت مُردار گوشت سے بدتر ہے۔ اس آیت میں استفہام انکاری ہے جسکا پتہ فکرھتموہ سے لگتا ہے۔ یعنی چونکہ تم میں سے کوئی اس گوشت کو پسند نہیں کرتا۔ لہذا غیبت بھی نہ کرے کہ یہ غیبت اُس مردار گوشت کے برابر ہے۔

جب یہ صریح اور قطعی فیصلہ ہو گیا اور تسلیم کر لیا گیا کہ غیبت بدترین گناہ ہے۔ پس اس سے بچنا چاہیئے۔ اور اپنے آپکو اس کے بُرے اثر سے بچانا چاہیئے۔

مذکورۂ بالا آیات وحدیث کے علاوہ اور کئی جگہ غیبت کی مذمت وارد ہے۔ اور احادیث شریف میں بہت بہت قبائح اور بُرائیاں اس غیبت کی مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الغیبۃ اشد من الزنا یعنے غیبت زنا سے زیادہ سخت عیب ہے۔ اسی قسم کی احادیث کثیرہ صاف طور پر شاہد اور اس امر کی دلیل ہیں کہ غیبت گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔ اور ہر مسلمان کو خواہ عورت ہو یا مرد اس سے اجتناب لازم ہے۔

مسلمانوں کے لیئے مذہب نے سخت حکم دیا ہے کہ اپنے برادران ملت سے کبھی اس قسم کا برتاؤ نہ کریں جس سے ان کی دلشکنی ہوتی ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ المسلم من سلم المسلم بیدہ ولسانہ یعنے مسلمان وہی ہے جو مسلمان کو زبان اور ہاتھ سے سلامت رکھے"۔ زبان سے سلامت رکھنا غیبت

اور سب وشتم سے باز رہنا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ جو سلامت ہاتھ اور زبان سے نہ رکھے وہ مسلمان نہیں ہے۔ ذیل کا واقعہ غیبت کی مذمت کرتا ہے۔

اکسیر ہدایت کے مصنف لکھتے ہیں کہ دو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لیجارہے تھے۔ راستہ میں کسی کو دیکھکر ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھا یہ شخص (ایک راہ گیر کی طرف اشارہ کرکے) کس قدر پستہ قد ہے! وہ مسکرا کر خاموش ہو رہے۔ اُسکے بعد دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسب معمول حاضر ہوئے۔ رمضان کے دن تھے۔ افطار کے وقت آنحضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں تو افطار اور کھانے سے فراغت پاچکے ہیں۔ دونوں نے متعجب ہوکر کہا کہ یا حضرت ہمنے کچھ نہیں کھایا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ تم نے مردار گوشت نہیں کھایا؟ صحابہ رضہ سمجھ گئے اور نادم ہوکر کلمات عذر پیش کئے۔ اور جسکی غیبت کی تھی اُس سے معافی مانگی۔ اللہ اللہ جب دو برگزیدہ اور مقربان رسول کریم واقعی ذکر سے کہ وہ شخص پستہ قد تھا ماخوذ قرار پائیں تو جو غیبت خلاف واقع ہوگی اسکی بدولت کہنے اور سننے والے سے یقیناً بڑا مواخذہ کیا جائیگا۔

میرے دوستو! جب اچھی طرح مثالوں اور تجربات وغیرہ سے غیبت کا بُرا ہونا ثابت ہوگیا تو میں کہوں گا کہ تم اپنے بھائیوں سے صلح پیدا کرو اور غیبت سے بچنے کی کوشش کرو تاکہ اخلاقی اور مذہبی اور قانونی مجرم قرار نہ پاسکو۔ اور خدا کے عذاب سے محفوظ رہو۔ ورنہ اگر غیبت کی عادت پڑگئی تو (اگرچہ روزہ نماز اور تمام فرائض کے پابند رہے) اور تمام

نیکیاں کیں - تب بھی بے سود ہیں - اور سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے.
اسلیئے کہ بندوں کے حقوق خدا تعالےٰ معاف نہیں فرماتا ہے اور اِس
غیبت گوئی کی حالت میں باوجود ذوی عقل ہونے کے تمہاری مثال اُس
چوپایہ کی سی ہوگی جسپر کتابیں لدی ہوں - کہ اُن سے کسی قسم کا فیضان اور فائدہ
حاصل نہیں کرسکتا - کیونکہ تمہاری تمام بھلائیاں اس غیبت کی عادت کے
بدولت تلف اور برباد ہوجاتی ہیں - فاعتبروا یا اولی الالباب

(محمد حسین محوی)

آنانکہ غنی ترند محتاج ترند

(از مولینا محمد یعقوب صاحب اسرائیلی قلعہ بھیکم پور)

لغتہ میں احتیاج کے معنے ضرورتمندی یا نیازمندی کے ہیں عام اس
سے کہ وہ ضرورتمندی مال و دولت اور روپیہ پیسہ کی ہو یا روپیہ پیسہ کے علاوہ
دوسری چیز کی ہو مگر عرف میں روپیہ پیسہ کی ضرورتوں کو تو حاجتمندی اور
ضرورتمند کو محتاج اور مفلس کہتے ہیں اور روپیہ پیسہ کے علاوہ دوسری
چیز کی احتیاج کو حاجتمندی اور ضرورتمند کو محتاج نہیں کہتے - حالانکہ محتاج
ہونے میں دونوں مساوی ہیں - بلکہ مشاہدہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
جن لوگوں کو روپیہ پیسہ کی جانب سے غنا حاصل ہے اُن کو بمقابلہ عرفی
حاجتمندوں کے دوسروں کی طرف زیادہ حاجت ہے - شیخ سعدی

شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎

آنانکہ غنی ترند محتاج ترند

اور حقیقت میں صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اغنیاء کی حاجتمندی بمقابلہ عرفی محتاجین کے بہت زیادہ بڑہی ہوئی ہے۔ یہانتک کہ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے اور پاخانے پیشاب میں بھی وہ دوسروں ہی کے محتاج ہیں جس امیر کا خدمتگار اور باورچی نہ ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ اس کے پاس روپیہ اور پیسہ بھی موجود ہو مگر ایک خدمتگار اور باورچی کے نہ ہونے سے وہ بمنزلہ عضو معطل کے بیکار اور اُن کا روپیہ پیسہ بالکل بے سود ہے۔ ؎

درکمر بند او چہ زر چہ خزف

یہانتک کہ وقت مقررہ پر اسکو روٹی بھی نہیں مل سکتی۔ چارپائی اور فرش فروش کا بچھانے والا خدمتگار نہ ہو اور مکان میں روشنی کرنے والا کہار یا مشعلچی نہ ہو تو دولتمند کو سونا اور آرام کرنا بھی نصیب نہیں ہوسکتا۔ بخلاف ایک غریب آدمی کے کہ وہ ادہر اُدہر سے چل پھر کر بازار وغیرہ سے بھی اپنا تھوڑا بہت کام نکال سکتا ہے یا بُری بھلی اپنے ہاتھ سے ہی پکا کر اپنا پیٹ بھر سکتا ہے۔ نیند آئی تو درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست۔ جہاں آنکھوں میں خمار آیا اور اپنے ہاتھ کا تکیہ بنا کر لیٹ گیا اور خراٹے لینے لگا اس کے نزدیک اگر قاقم اور سنجاب کا نرم نرم بستر ہو یا کسی سایہ دار درخت کے نیچے گھانس کا فرش خضر ہو دونوں قیمت میں برابر ہیں۔ شب تنور گذشت و شب سمور گذشت۔ بقول شخصے ہے مثل مشہور سولی پر بھی آجاتی ہے نیند۔

اگر نمایش کے بڑہانے والے اور ہٹو بچو کہنے والے دس پانچ نوکر چاکر میاں کے جلو میں کچھ آگے کچھ پیچھے دوڑتے بھاگتے ہوئے نہ ہوں تو امیروں کو ہوا خوری اور چہل قدمی کا لطف بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر پاخانے میں پانی اور ڈھیلوں کا رکھنے والا آدمی نہو۔ پاخانے کا میلا صاف کرنے والا بھنگی اور ہر وقت جھاڑتا اور پوچھتا نہ رہے تو میاں کو وقت پر پاخانے اور پیشاب کا اترنا بھی دشوار ہے اسپر اغنیاء کے تمام دینی اور دنیوی کاموں کا قیاس کرلو کہ اُن کے کاموں میں کوئی کام شمہ بھر بھی بغیر غربا کی امداد کے چل ہی نہیں سکتا۔ بخلاف ایک فقیر اور حاجتمند کے کہ اُسکا کام کوئی صرف امیری کی امداد پر منحصر نہیں ہے بلکہ اگر وہ اغنیا سے مدد نہ لے تو مزدوری سی تجارت سے کھیت کیار سے یہانتک کہ گداگری سے بھی بقدر کفاف روزمرہ اسکو بہم پہونچ جانا چنداں دشوار نہیں ہے کیونکہ درویش را غم نانے و دولت مند را غم جہانے۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ امیر و غریب دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ غریب امیر سے چار پیسے لینے کا خواہشمند ہے تو امیر غریب سے اپنے کام کاج میں غریب کی امداد کا حاجتمند ہے بایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ غربا کی حاجتوں نے تو ان کو امیروں کی آنکھوں میں ذلیل و خوار بنا دیا ہے اور دولتمندوں کے حاجتمندی سے امرا کی رفعت میں کمی نہیں آتی حالانکہ وہ غربا سے بے اعتنائیاں بھی کرتے ہیں بُرا بھلا بھی کہتے ہیں باوجود اسکے یوماً فیوماً اُن کی عزت غریبوں کے دلوں میں زیادہ ہوتی جاتی ہے جسکی وجہ سوائے اسکے اور کوئی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ امرا کو تو اپنی

کاربراری کے لئے آدمیوں سے حاجت ہے جو افضل ترین مخلوقات میں سے ہیں جیسے کہ ولقد کرمنا بنی آدم اور غربا کو ان سے حصول دنیا کی حاجت ہے جو ارزل ترین مخلوقات میں سے ہے جیسا کہ فرمایا ہے الدنیا جیفة وطالبها کلاب۔ لہذا معزز اور محترم چیز کی ضرورتمندی نے تو دولتمندوں کو معزز اور محترم بنا دیا۔ اور ذلیل اور ارزل شئے کے حاجتمندی کی وجہ سے غربا ان کی نظروں میں حقیر ہو گئے۔ (مدیر۔ سبحان اللہ جزاک اللہ)

یہی وجہ ہے کہ باوجود اسقدر حاجتمندی کے اغنیا اپنے آپ کو محتاج نہیں سمجھتے مگر غربا فی محتاج جنکو امرا کی سی حاجت بھی نہیں ہے۔ اپنے آپ کو محتاج سمجھکر اور اغنیاء کے دست نگر بنکر سخت اور سست سنتے ہیں۔ بُرا اور بھلا سننے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ گالیاں کہانی ہر وقت کی ان کی اُن سے دل لگی ہے۔

الغرض یہ تمام خرابیاں جو ہماری آنکھوں میں اسوقت خوبیاں بنکر نظر آرہی ہیں صرف ایک اسلامی اخلاق چھوڑ دینے سے ہم کو بھگتنی پڑی ہیں ورنہ انسان تو دراصل حر الاصل تھا اور مقتضائے حُریت بھی تھا کہ وہ آزاد ہوتا اور جب آزاد ہو کر اُسنے دوسرے انسان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر کسی کی دستگیری اور امداد کا ایسا خوگر بن گیا کہ بغیر اسکے سہارے کے اُسکا کوئی کام ہی نہ چلے تو گویا کہ اُس نے اس نعمت خداداد یعنی حُریت کی کچھ قدر ہی نہیں کی بلکہ اپنے آپ کو مثل جمادات اور حیوانات کے سمجھ لیا کہ جہاں اور جس جگہ دوسرے انسان کا جی چاہے اسکو کھولے اور باندھے

دیکھو ہمارے نبی اکرم جو دین اور دنیا دونوں کے بادشاہ تھے اُنکے اخلاق یہ تھے کہ تمام کاروبار اپنے گھر کے اپنے دست مبارک سے کیا کرتے تھے اور جب کوئی ملنے والا درِ اقدس پر حاضر ہوکر دستک دیتا تھا تو آپ اپنی اُسی شان کے ساتھ برآمد ہوکر فرمایا کرتے تھے کنتُ فی مہنة اھلی یعنی میں اہل وعیال کے کام کاج میں مصروف تھا بازار سے سودا بھی خرید لایا کرتے تھے۔ یہ تو آپکا حال تھا اور صحابہ کرام کی یہ شان تھی کہ اگر ایک سوار کا کوڑا ہاتھ سے گرجاتا تھا تو وہ دوسرے سے یہ نہیں کہتا تھا کہ کوڑا ہم کو اُٹھادو۔ بلکہ خود ہی اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنا کوڑا اٹھانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ زکوۃ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ گم ہوگیا تھا آپ ٹھیک دوپہر میں اسکو نہایت تجسس و تلاش کے بعد ڈھونڈ کر ہانکتے ہوئے لارہے تھے اور حالت یہ تھی کہ پسینہ پسینہ ہورہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے جو آپ کو اس شان کے ساتھ اونٹ لاتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ اے خلیفۃ اللہ اسوقت آپ یہ اُونٹ کہاں سے لارہے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ یہ اونٹ کھویا گیا تھا بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر لایا ہوں۔ حضرت علی نے ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت آپ نے کسی غلام کو حکم دیدیا ہوتا وہ ڈھونڈ لاتا ایسی ٹھیک دوپہری میں آپ نے تکلیف کیوں گوارا فرمائی حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ تو سچ ہے لیکن اے علی رض اگر یہ اونٹ نہ ملتا تو عند اللہ اسکا مواخذہ مجھسے ہوتا یا میرے غلام سے۔

جسوقت تک اس قوم نے ان اخلاق کے ساتھ عنان سلطنت اور حکومت کی باگ کو اپنے ہاتھ میں رکھا دیکھ لو وم زدن میں اُن کے فتوحات روز افزوں کہاں سے کہاں پہونچ گئیں۔ یہی مسلمان تو تھے جنکی ترقیوں کے پھریرے اگر آج یورپ میں اوڑتے نظر آرہے ہیں تو کل ایشیا میں۔ آج ایشیا میں نصب ہیں تو کل افریقہ میں۔

تمام اُنکا پھیلا ہوا بحر و بر تھا۔ جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا۔ کونسا ملک تھا جہاں مسلمانوں کے اقبال کا ڈنکا نہ بجتا تھا کونسی جگہ تھی جہاں مسلمانوں کی ملک گیریوں کا غلغلہ نہ تھا۔ کونسی سلطنت تھی جہاں مسلمانوں کا نام سنکر بڑے بڑے بادشاہان اولوالعزم کے جسموں پر لرزہ نہ پڑ جاتا ہو۔ چنانچہ جبتک مسلمان اپنی اُن اُصول گراں بہا کو چھوڑ کر عیش و آرام میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ دل و دماغ میں کبر و نخوت نے جگہ نہیں پکڑی تھی۔ انانیت اور خود بینی کے مضمون کو اپنا شعار نہیں بنایا تھا۔ ہمچو ما دیگرے نیست کو فیشن قرار نہیں دیا تھا۔ فقیر اور غنی سبکو ایک ہی ترازوے انصاف میں تولتے تھے۔ آپ کام میں کام اُن کے اخلاق تھے۔ ؎

سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں　　نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں
کنیز اور بانو تھی آپس میں ایسی　　زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

دیکھ لو اُسوقت تک بھی یہی اسلام تھا اور یہی مسلمان تھے۔ مگر فرق اتنا تھا کہ اُسوقت تک اگر خلافت تھی تو سب مسلمانوں کی تھی سلطنت تھی تو سب کے حقوق مساوی سمجھے جاتے تھے اگر کہیں سے مال غنیمت آتا تھا تو سب

مسلمانوں میں علی السویہ تقسیم ہوتا تھا۔ یہ نہیں ہوتا تھا کہ اُس مال میں ہمارے نبی یا خلیفہ یا اُن کے رشتہ دار تو زیادہ حق پانے کے مستحق سمجھے جاتے ہوں اور ایک غریب آدمی کو کم دیا جاتا ہو۔ عہدے پانے کے خلیفہ کے رشتہ دار تو مستحق ہوں اور دوسرا مسلمان اُسکا مستحق نہ سمجھا جاتا ہو۔ چنانچہ جب تک اسلام میں یہ اخلاق اور یہ یکجہتی اور مساوات رہی اُس وقت تک ہر متنفس اپنے آپ کو سلطنت کا شریک اور دعویدار سمجھتا رہا دیکھ لو اُسی وقت تک فتوحات اسلام کو بھی ترقی تھی اسلامی سلطنت کو بھی قوت او شوکت حاصل تھی۔ اور جب سے شخصی حکومتیں اور شخصی سلطنتیں قرار پائیں اور مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اب اس سلطنت میں ہمارا کوئی حق سوائے حقوق ملازمت کے باقی نہیں رہا اب یہ سلطنت شخص واحد کی ہے اُسیوقت سے دیکھ لو اسلامی سلطنتوں میں ضعف آنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ جو سلطنتیں مسلمانوں نے اپنی بے بہا جانوں کی قیمت میں کفار کے ہاتھوں سے بڑی دشواریوں سے خریدی تھیں اور جنکو ہم اُباً عن جداً اپنی میراث سمجھ رہے تھے۔ وہ سلطنتیں انہیں مسلمانوں کے ایجاد کردہ قانون یکجہتی کی بدولت اب دوسری قوموں کے ہاتھ میں ہیں اور ہم مسلمان چشم حسرت کے ساتھ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ امراء تو در کنار غریب و نہریہ نیچر پڑ گئے ہیں کہ اگر اُن کو دو وقتہ پیٹ بھر کر روٹی بھی مل جاتی ہے تو گویا اُن کو دین و دنیا کی بادشاہت مل گئی۔ توکل اسکو کہتے ہیں قناعت ہو تو ایسی ہو۔ ہاتھ پیر توڑ کر گھر میں بیٹھ رہنے کا نام عزلت نشینی اور قناعت سمجھ رکھا ہے جستی

اور کاہلی کا نام توکل رکھ چھوڑا ہے۔ بقول حالی۔

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے ۔ فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے ۔ چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے ہم ۔ ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

(محمد یعقوب اسرائیلی)

ضیاء الاسلام

توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً

جب انسان دنیا کے کاروبار سے تھک کر اور اپنے خیالات کے خزینہ میں تفکرات لاحقہ کا سرمایہ لیکر خواب استراحت میں جاتا ہے تو اس کو انھیں تصویروں کا البم پھر نظر آنے لگتا ہے جن سے دن بھر سابقہ پڑا تھا آہ یہ سماں عجیب دردناک سماں ہوتا ہے واقعات پیش آمدہ کا عبرتناک نظارہ انسان کی نظروں میں حیرت پیدا کر دیتا ہے اور وہ ہر چند کہ اُس منظر سے اپنی نگاہوں کو دور رکھنا چاہتا ہے مگر وہ نامعلوم الحقیقت قوت اُسکو پھر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے جو بسا اوقات انسان کو مجبور محض بنا دیتی ہے

اس قسم کے واقعات انسان کو اکثر پیش آتے رہتے ہیں مگر افسوس ہے۔ کہ انسان اُن سے بجائے عبرت حاصل کرنے کے معاصی پر اور دلیری وجرأت کرتا اور مکرر تنبیہ پر بھی متنبہ نہیں ہوتا ہے۔ آجکل مراد آباد میں طاعون کا زور[^1] ہے جس سے شب و روز اک فکر لاحق حال رہتی ہے ایک دفعہ اسی فکر و تردد میں سوتے سوتے مجھے ایک عجیب خیال بندھا میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خیال اُس تخئیل کا ضمیمہ تھا جو ایسے ہولناک زمانہ میں انسانی زندگی کا جزو بنجاتا ہے یا خداوندی تنبیہ کا پاکیزہ سلسلہ تھا غرض کچھ ہی ہو انسانی زندگی کے لئے یہ ایک عجیب سبق تھا جسکی تفصیل بیان کرنی مشکل ہے لیکن جو کچھ مجھے اسوقت یاد ہے ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا دربار عدالت قائم ہے جسکے کارکن نہایت خاموشی اور سکون سے کام لے رہے ہیں حاکم نہایت شان وشوکت اور عزت وجلال سے مسند حکومت پر جلوہ گر ہے اور ایک عجیب حیرتناک واقعہ پیش ہے۔ چند ملزم حاضر عدالت ہیں وکلاء اور پیروکار ایک طرف اور نگاہبان عدالت ایک سمت کھڑے ہیں پیشکار اُس روئداد کو سنا رہے ہیں جو مجرمین کے ساتھ حکام ماتحت نے بھیجی ہے اور جس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔

حضور والا باوجود اس بات کے کہ اس سیہ کار گروہ کو درگاہ عالی سے متواتر تنبیہ ہو چکی تھی مگر تعجب ہے کہ ان کی سیہ کاریاں بجائے اسکے

[^1]: ۱؎ اب خدا کے فضل سے امن وامان ہے یہ واقعہ اوائل اپریل کا ہے ۱۲۔

کہ کم ہو جائیں زیادہ ہوتی گئیں اور محض یہ ہی نہیں کہ یہ جان بوجھکر ایسا کرتے تھے بلکہ بسا اوقات دلیرے سے بھی کام لیتے تھے احکام درگاہ والا سے انحراف اُنپر تمسخر و ہنسی ایک معمولی بات تھی حضور والا کے قوانین میں تبدیل و تحریف اور تاویل سے کام لینا ان کا شیوہ تھا غرض یہ کہ جو کام اِن ذاتِ شریف کے لایق نہ تھے وہ اُنھوں نے نہایت دلچسپی و شوق سے انجام دیئے۔ اور احکامات درگاہِ عالی کو ہمیشہ ڈھکوسلہ سمجھا یہ اب حضور والا کی درگاہ انصاف میں حاضر کئے جاتے ہیں عدل و انصاف اُسی بہتریں درگاہ کا حصہ ہے۔ پیشکار نے جوں ہی روئداد کے الفاظ ختم کئے عدالت پر ایک جلال طاری ہوا جسکے خوفناک اثر سے تمام حاضرین و کارکن تھرا گئے اور پھر حاکم مصنف نے اِس طرح اپنے جلال و شوکت کے ساتھ اُن کو مخاطب فرمایا او بے حقیقت انسان تیری کیا ہستی ہے جو ہمارے قوانین و احکام میں تبدیل و تحریف یا تاویل کرنے کا مختار بن گیا تھا۔ تیری بے بضاعتی پر مجھے رحم ضرور آتا ہے مگر تیری سیہ کاریاں مجھے بے حد غضبناک بنا رہی ہیں۔ دیکھ او مشتِ خاک ہم نے تیرے لئے کیسی کیسی نعمتیں پیدا کیں اور تیرے واسطے آرام و آسایش کے کیا کیا سامان بنائے اور ہر طرح تیری رضا و دلجوئی کو تمام مخلوقات پر مقدم سمجھکر تجھکو اشرف المخلوقات کے معزز خطاب سے موسوم کیا لیکن افسوس ہے تیری حالت پر تو نے تمام باتیں فراموش کر دیں اور فرشتوں کا یہ اعتراض کہ اَتَجعَلُ فِیھَا مَن یُّفسِدُ وَیَسفِکُ الدِّمَاءَ کیا اے خداوند تو اپنی زمین میں اپنا ایسا

قائم مقام مقرر کرتا ہے جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا) قریب قریب صحت کے درجہ کو پہنچ گیا ہے مجھے تجھ پر بہت بھروسا تھا مگر تو نے میرے اعتماد کا خیال نہ کیا اور نافرمانی و معاصی میں دلیری کرتا رہا۔ تیری یہ بھولی بھالی صورت اور اُسپر معاصی کی یہ کیفیت توبہ! توبہ!!! او نافرمان بندے ہم نے تیرے لئے ایسے سخت اور مشکل احکام نہیں بھیجے تھے جن کی تجھ سے تعمیل نہ ہو سکتی ہو وہی معمولی گنی چنی باتیں جو نہایت آسانی سے پوری کی جاسکتی تھیں۔ کیا تو نے ہمارا یہ حکم نہیں سنا کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا اللہ تعالےٰ نے انسان کو اسکی وسعت کے موافق مکلف بنایا ہے، لیکن افسوس ہے تیری حالت پر تو نے اُس سمجھ سے کام نہیں لیا جو ہم نے تجھکو حق و باطل کے امتیاز اور اچھے بُرے کے فرق کرنے کے لئے عطا کی تھی تو نے ہم کو نہیں پہچانا تیری خودنمائی و خودپسندی نے تجھکو تباہ کر دیا اور باوجود ہماری متواتر تنبیہوں کے بھی تو نہیں چونکا اور تجھے ہوش نہیں آیا کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ آجکل ہمارا عتاب عالمگیر وبائی مرض کی صورت میں نافرمان مخلوقات پر نازل ہے۔ کیا کوئی ایسی قوت ہے جو اُسکو روک سکے کیا کوئی طبیب و فلاسفر اور چابکدست مصور ایسا ہے جو ہمارے عتاب کے اثر کو زائل کر دے یا مغضوب علیہ کو اپنی زندہ کرامت و آلات سے روحانی قوت بخشدے۔ نہیں نہیں کسی میں یہ طاقت نہیں ہے ہمارا کوئی ہمسر نہیں ہے ہمارے عتاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمارے سامنے اور ہماری قوت کے مقابلہ میں کوئی

شخص اور کوئی قوت ذرہ بھر چیز نہیں بناسکتی۔

کہاں ہیں وہ نالایق بندے جو ہزاروں معبودونکو پوجتے تھے اور کہاں گئی اُنکے معبودونکی وہ عظمت وقوت جسکی بناء پر وہ مجھے بھول بیٹھے ہیں اور میرے وجود اور میری طاقت وقوت کے منکر ہوگئے ہیں تعجب اور افسوس ہوکہ ایک ایسی کمزور طاقت جسکے امکان میں کچھ بھی نہیں ہی یعنی ایک بے دست وپا انسان اپنے حاکم حقیقی سے منحرف ہوکر اپنی زندگی کو خوشنما زندگی بنانیکی کوشش میں مصروف ہے اور بھولکر بھی اپنے خالق اپنے سچے معبود کا اُسے خیال نہیں آتا۔

سن! او بے حقیقت آدم تیری نافرمانیاں حد سے گذر چکیں تیرے معاصی کے کارنامے سیاہ ہوچکے تیری بُرائیوں کا دفتر ختم ہوچکا اب تیرا کہیں ٹھکانا نہیں اور تو اب ایسی عدالت میں حاضر ہے جہاں شک و شبہ کی گنجائش نہیں جہاں فریب اور جھوٹ کا کام نہیں۔ ہر چیز اپنے اصل حالات بلاکم وکاست بیان کردے گی خواہ وہ اسکے صریح مخالف ہی کیوں نہ ہو۔

اے نافرمان انسانی گروہ تیرے حالات مجھے اپنے ماتحت سے معلوم ہوچکے ہیں، معلوم ہے وہ کونسا ماتحت ہے جس نے مجھکو تیرے تمام حالات سے آگاہ کیا ہے وہ وہ فرشتہ ہے جو تیری زندگی میں تیرے کارنامے لکھنے پر ہماری طرف سے مامور اور ہر وقت تیرے ساتھ رہتا تھا اگر میں صرف اُس فرشتہ کی گواہی پر تجھے مستوجب سزا ٹھہراتا ہوں تو ممکن ہے کہ تیرے جی میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ عجیب عدالت ہے بلا شاہد عدل سزا

تجویز کرتی ہے اِسلئے مناسب ہے کہ ہم مزید اطمینان کے لئے ایسی شہادت حاصل کریں جو تیرے نزدیک بھی معتبر ہو۔

ہاں اے انسانی جسم کے اعضاؤ تم تبلاؤ کہ تم نے اس نافرمان بندے کی خواہشات کو کس حد تک پورا کیا اور اُس نے تم سے کیا کیا کام لیا۔ تمھیں اپنی خواہشات کی اطاعت میں کیسا کیسا مجبور بنایا ہے۔

اللہ اکبر یہ منظر عجیب خوفناک منظر تھا انسانی اعضاء علیحدہ علیحدہ اپنی اُن تمام حرکات وسکنات کا تفصیل وار ذکر کر رہے تھے جو انسانی خواہشات میں پیش آئی ہیں اور جنکا زیادہ حصہ انسانی زندگی کے مصالحہ سے قطعی علاقہ رکھتا ہے اور ساتھ ہی حاکم حقیقی اُن حالات وواقعات کی تصدیق انسانی گروہ سے بھی کرتا جاتا تھا تاکہ اُن کو پھر کچھ کہنے کا حق حاصل نہ ہو سکے اعضاء وجوارح انسانی کی کافی شہادت حاصل ہو جانے پر حاکم حقیقی کا جلال بہت بڑھ جاتا ہے اور یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ عدالت کا ہر مقام خوفناک غضب جلال سے متاثر ہو کر لرز رہا ہے اور ملزموں کی نگاہ ہو پر اثبات جرائم کے باعث سزا کا تخیل تاریکی پیدا کر رہا ہے اور وہ اپنی زندگی کے خوفناک منظر کو یاد کر کے غشی میں آجاتے ہیں لیکن یہ کیفیت کچھ دیر تک قائم نہیں رہتی کہ حاکم حقیقی کے جلال میں خوشی کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے اور اس واقعہ کے وہ ہیرو کار جنکو ہم اعمال صالحہ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور وہ وکلاء جو بعض مصالح سے نیکوں کے گروہ میں شمول کے باعث اُسے حاصل ہوئے تھے باتفاق یکزبان ہو کر عدالت سے کچھ

کہنے کی اجازت چاہتے ہیں اور اجازت ملجانے پر عرض کرتے ہیں کہ اے حاکم حقیقی اگر اس نافرمان گروہ نے تمام عمر معاصی میں گزاری ہے تو کچھ نیکیاں بھی کیں ہیں پس ہم وہ نیکیاں جو اس نے کی ہیں باوب عرض کرتے ہیں کہ اس مجرم گروہ کو معاف فرما کر ہماری شرم و آبرو کو قائم رکھ حاکم حقیقی ان الفاظ کو سنکر مسکراتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اے اِس نافرمان گروہ کے اعمال صالحہ اگرچہ ہمارا حکم یہ ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئٰاتِ لیکن یہ گروہ وہ نہیں ہے جو اِس حکم میں شامل ہو سکے اور جسکی بخشش کے لئے تمہارا وجود وسفارش کافی ہو کیونکہ یہ وہ گروہ ہے جس نے ہمارے اُس عتاب پر جو بصورت وباء عام ظاہر ہوا تھا ہمارے شریک بنا کر امداد کا خواہاں ہوا تھا پس اُن کو چاہیئے کہ اپنے اُنھیں معبودوں سے پناہ حاصل کریں اور ہمارے دردناک عذاب سے بچنے کے لئے اُن سے خواستگار ہوں مشرک ہرگز ہرگز نہیں بخشا جا سکتا پس ہم اِس مشرک و نافرمان گروہ کو آخری حکم سناتے ہیں کہ ان کے واسطے وہ دردناک عذاب ہے جو ہمنے مشرکین کے واسطے وضع کیا ہے۔

حاکم حقیقی کے آخری الفاظ ختم ہوتے ہی کارکنان قضا و قدر نے اِس گروہ کو عدالت سے ہٹا کر اور اُس بھڑکتے ہوئے شعلوں کی آگ کے پاس لے جا کر جس میں ہزاروں قسم کی دردناک آوازیں آرہی تھیں دور سے دھکیل دیا اور ان کی آہ وزاری پر رحم نہ کھاتے ہوئے دروازوں کو بھی بند کر دیا۔ اس دردناک منظر کو دیکھ کر میرے جسم پر لرزہ پڑ گیا۔ اور فوراً آنکھ کھل گئی۔ گھبراہٹ

کا عالم طاری تھا اور جسم تھر تھر کانپ رہا تھا اور میں اُسی طرح اُس خیال میں محو تھا آہ یہ کیسا دردناک منظر تھا جس نے میرے دل و دماغ پر کچھ عجیب بنا دی آہ اے خاکی انسان اگر تجھ میں کچھ علم و عقل ہے تو اس واقعہ سے عبرت حاصل کر اور اپنے حاکم حقیقی کی طرف متوجہ ہو۔

اے مغرور انسان ہوش میں آ اور اپنی زندگی کے اصلی مقصد کی طرف توجہ کر تجھے ہوش میں لانے کے لئے خداوند تبارک و تعالیٰ کس کس طرح تنبیہ کرتا اور تیری ناپاک زندگی کو خوشنما زندگی بنانے کے واسطے کیا کیا عبرتناک واقعات دکھلاتا ہے اگر تجھ میں شرافت کا جوہر ہے تیرے خزینہ عقل و دماغ میں عبرت میں نگاہ ہے تو اٹھ اور دیکھ کہ کیا ہو رہا ہے یہ طرح طرح کی آفتیں یہ قسم قسم کے مصائب یہ خوفناک عالمگیر وبا صرف تیرے اعمال کا نتیجہ ہے آج دنیا کی چپہ چپہ زمین پر تیرے معاصی کا اثر پایا جاتا ہے تیری نافرمانیوں کا ناپاک خمیر دنیا میں بھرا پڑا ہے لیکن تجھ میں اتنی سمجھ نہیں کہ ایک مرتبہ بھولکر بھی ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور بھلائی کا سبق حاصل کرے دیکھ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے خدا کا غضب و عتاب ابھی اُس حد تک نہیں پہنچا جو پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل دوسرے مذہب کے نافرمانوں پر نازل ہو چکا ہے۔ اگر اب بھی تجھے اپنی بھلائی مقصود ہے اور بنی نوع کی خیریت چاہتا ہے تو اخلاص و عقیدت سے اُس سچے خدا کو پہچان اور اُس سے اپنی تقصیرات کی معافی کا خواہاں ہو اور اُسکے حکموں پر عمل کر اُسکے صحیفہ قدرت سے اگر کچھ تجھکو پڑھنا آتا ہے تو نیکی و بھلائی کا

سبق پڑھتا کہ اس کے غضب و عتاب کا وہ عالمگیر وبائی مرض جس نے لاکھوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے اسکی رحم آمیز نظروں سے ہم سے اٹھالیا جاوے اگر تجھ میں نیکی کا جوہر ہے تو سچے دل سے توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا پر عمل کر اور خالص دل سے توجہ الی اللہ کرکے توبہ کا مبارک اور پاکیزہ دروازہ کھٹکھٹا اور خدا کے ان برگزیدہ افراد میں شامل ہونے کی کوشش کر جنپر ہمیشہ خدا کی برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اے متکبر انسان! جو لوگ اخلاص سے خدا کی طرف متوجہ ہوکر توبۃ النصوح کرتے ہیں خدا ان کی خطاؤں سے درگذر کرتا ہے اور ان کی تمام خطاؤں اور لغزشوں کو اپنی توجہ سے معاف فرماتا ہے پس ہم کو اُسکی پاکیزہ ذات پر بھروسہ کرکے اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے وہی ہمارا حقیقی حاکم ہے اور اسی کی طرف ہم کو آخر رجوع کرنا ہے اُسی کے زیرنگین تمام دنیا کی سلطنت ہے اُسکے بغیر حکم کچھ نہیں ہوسکتا۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیدُ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُسکا حکم کرتا ہے۔

(محمد اشفاق حسین غفرلہ)

انسانی حقوق

از مولینا حکیم فرید احمد صاحب عباسی نقشبندی مجددی

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک حدیث میں جوانوں کو اُن کی عمر بڑہنے کی بشارت دی ہے. فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ما وقر شاب الاقیض اللہ فی شیبتہ من یوقرہ وھذا ایبشرہ بطول الحیوۃ. یعنے نہ عزت کی کسی جوان نے بوڑہے مسلمان کی. مگر خدا ایسے جوان کو مقرر کرے گا جو اُسکے بڑھاپے میں اسکی عزت کرے گا.

(۵) عامہ خلایق کے ساتھ کشادہ پیشانی اور خوشخوئی کے ساتھ پیش آئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے فرمایا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتدرون من حرمت علیہ النار قالوا اللہ ورسولہ اعلم. یعنے آنحضرت نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کس شخص پر دوزخ حرام ہوئی صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول ہمسے زیادہ واقف ہے آپنے فرمایا علی الھین اللین السھل القریب یعنے اُس شخص پر نار دوزخ حرام ہے جو نرمی اور ملایمت سے باتیں کرے اور سہل گیر ہو سختی نہ کرتا ہو نزدیک ہو دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ان اللہ یحب السھل الطلق یعنے خداوند کریم ایسے شخص سے محبت رکھتا ہے جو نرمی سے باتیں کرتا ہو اور کشادہ رو ہو. آج کل کے زمانہ میں عجب حالت ہے جو لوگ مسلمانوں میں گریجوٹ ہو جاتے ہیں جن کی طرف مسلمانوں کی نگاہیں لگی رہتی ہیں کہ اُن سے ہمیں فائدہ پہونچے گا وہ اس قدر غرور میں بھر جاتے ہیں کہ عام مسلمانوں سے بات چیت کرنا اُنکے نزدیک خلاف شان ہو جاتا ہے. کسی مسلمان کی ہمدردی کرنا اور اُسکی

تکلیف رفع کرنا تو بڑی بات ہے سلام تک کا جواب دینا انپر بوجھ ہو جاتا ہے ہونٹوں کے اشارے سے جواب دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جب انگریزوں کے سامنے جاتے ہیں تو حد درجہ خوشامدانہ الفاظ کہتے ہیں اور ہر وقت اُن کی رضامندی میں جا بیجا لگے رہتے ہیں اور ہمارے علماء کے دربار میں ان کی کیا گت ہوتی ہے کہ ان کی صورت دیکھتے ہی کفر و فسق کا فتویٰ دیدیا جاتا ہے بقول شخصے اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ وہ اور چوکنے ہو کر علماء کی شان میں نازیبا الفاظ کہنے لگتے ہیں۔ پھر بیچارے ہم جیسے مسلمان کس گنتی میں رہے ہماری آرزو تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ لایق ہوں خواہ وہ علوم قدیمہ میں دستگاہ رکھتے ہوں یا علوم جدیدہ میں اپنے نیچے کے طبقے کو سنبھالیں اُن سے اخلاق اور کشادہ روی سے ملیں ان کی ضرورتوں کو پورا کریں آہ اے میرے پیارے نبی ہم مسلمانوں نے تیرے اخلاق اور تیری سنت کو ترک کر دیا۔ اب تجھ ہی سے امید ہے کہ ہماری اصلاح کے لئے خداوندی دربار میں دعا کر

۵

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملاتے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اُسمیں بپا ہے

جس دین کی محبت سے سب دیان تھے مغلوب | اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے
عالم ہے سو بعقل ہی جاہل ہے سو وحشی | منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں | پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے | ایک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

(۶) آپس میں محبت و اصلاح ہونا جسکی بابت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرمایا الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصلوۃ والصیام والصدقۃ قالوا بلی قال اصلاح ذات البین وافساد ذات البین ھی الحالقۃ۔ یعنی آنحضرت نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جو مرتبہ میں نماز روزے اور صدقہ سے افضل ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپنے فرمایا کہ آپسمیں صلح کرا دینا اور دو مسلمانوں میں محبت پیدا کرنا۔ اور جو لوگ فساد آپس میں پیدا کریں اُنکا یہ فعل تمام نیکیوں کو مونڈ دینے والا ہے نعوذ باللہ۔

(۷) آپس میں ایک دوسرے کی بات کی لوگوں کو اطلاع کر دینا اور ایک کی برائی دوسرے سے کرنا یہ ایسا عظیم الشان حق ہے جسکی نگہداشت کی فی زمانہ بڑی ضرورت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لایدخل الجنۃ قتات یعنی جنت میں چغلخور داخل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص لوگوں کی باتیں تم سے کرتا ہے۔ تمہاری باتیں ضرور لوگوں سے کرتا ہوگا ؎

ہر کہ عیب دگراں پیش تو خواہد آورد | بیگماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد

(۸) اگر آپس میں کسیوجہ سے رنج ہو جائے۔ تو تین دن کے بعد صفائی کر لینی چاہیئے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ زیادہ میل جول ہی آدمی کو نہ بڑہانا چاہیئے۔ ضرورت کے وقت دوسروں کی ضرورت پوری کر دے اور الگ ہو جائے اپنی ضرورت کو ان کے سامنے پیش نہ کرے۔ خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کرے جہاں تک ہو سکے اپنے سے نفع پہونچا وے اور جہانتک ہو سکے لوگوں کے ساتھ نیکی کرے مگر نرمی بھی اس قدر ہونی چاہیئے۔ کہ اپنی عزت پر حرف نہ آتے زیادہ خاموشی سے ایک رعب کی شان رہتی ہے دوسرونکا مضحکہ اڑانا یا مذاق کرنا خواہ مخواہ ہنسا اس سے انسان کا وقار جاتا رہتا ہے۔ اور لوگوں کو اسپر نخرے کرنے کا موقع ملتا ہے اور خواہ مخواہ بہت سی تکلیفیں ایسی پہونچتی ہیں کہ دکی نماز اور عبادت بھی خراب ہوتی ہے مینے بارہا جن لوگوں سے میل جول زیادہ بڑہایا ہے اُن سے ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں جنکا ادنی اثر یہ ہوا کہ نماز پڑہنے کو جب کھڑا ہوا وہ سارے قصے پیش آگئے جس سے نماز بالکل خراب ہو گئی ؎

رافقا ہر کس کہ در لیل و نہار نیست مصروف او بذکر کردگار

صحبت او سم قاتل آمدہ مجلس او ظلمت دل آمدہ

جو لوگ ذاکر شاغل نہ ہوں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہے مگر ایسے لوگ چونکہ کم ملتے ہیں اسوجہ سے ہیچ آفت نرسد گوشہ تنہائی را۔ پر عمل کرنا چاہیئے اور ہر وقت اپنے مالک حقیقی کی یاد میں اپنے وقت کو صرف

کرنا چاہیئے اور پڑوسیوں اور ملنے والوں کے حق کو ادا کر کے بالکل الگ ہو جانا چاہیئے۔ یعنے زیادہ خلا ملا نہ رکھنا چاہیئے ۔

(۹) ہر قسم کے آدمیوں سے ایک طریقہ سے نہ ملے جو لوگ عالم ہوں متقی ہوں جن میں نسبت محمدی کا ظہور ہو رہا ہے اُن کے سامنے نہایت نیازمندی سے جاتا رہے اور کوئی بات ایسی نہ کرنی چاہیئے کہ اُن کے خلاف مرضی کے ہو کیونکہ ایسے لوگوں کو کوئی بات ناگوار ہو جاتی ہے تو خداوند کریم کے یہاں سے فوراً عتاب ہو کر سزا ملجاتی ہے باقی دینداروں سے خوشخوئی اور اخلاق سے باتیں کرنی چاہئیں اُن کی ضرورت کو پورا کیا اور الگ ہو گئے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے خالق اہل الدنیا باخلاق اھل الدنیا وخالق اھل الاخرۃ باخلاق اھل الاخرۃ۔ یعنے اہل دنیا کے ساتھ اون کے خیالات کے موافق برتاؤ کرو۔ اور دین والوں کے ساتھ اُن کے موافق نیازمندی سے پیش آو۔ (باقی آیندہ)

(فرید احمد عباسی)

تقدیر و تدبیر کا ایک نکتہ

(از مولینا صوفی حاجی امتیاز الدین صاحب طوق دہلوی)

ارباب ذوی العقول واحباب نتیجہ شناس کو بدیں خیال کہ جو کچھ تقدیر

میں ہے وہی ہوکر رہے گا اعمال کی کوشش چھوڑ دینی ہرگز شایاں وزیبا نہیں۔ جسکے لئے جناب شوکت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ذی شان پر غور وافکار کی انتہائی نظر میں ڈالکر ایک مبارک نتیجہ ضرور اخذ کرنا چاہیے۔ حضور فرماتے ہیں کہ لوگو تقدیریں دو ہیں ایک تقدیر معلق دوسری تقدیر مبرم۔ معلق جو ہے وہ تدبیر سے ٹل جاتی ہے اور مبرم تدبیر سے نہیں ٹل سکتی۔

لہذا ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ کونسی تقدیر معلق اور کونسی تقدیر مبرم ہے دوسری جگہ حدیث میں ہے کہ بعض ادنی نیکی میں بندہ کے واسطے خاص رحمت خداوندی پوشیدہ ہوتی ہے۔ نیز بندے کے حق میں بعض ادنے گناہ میں قہر قہار پنہاں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات نہایت غور کے قابل ہے کہ جس خدانے تقدیر بنائی ہے اُسی نے تدبیر بتائی ہے۔ پس ایک حکم آپ مانیں اور دوسرا نہ مانیں یہ بالکل خلاف عقل اور بڑی بے ادبی ہے مزید غور اِسپر کرنا چاہیئے کہ اگر نیک اعمال کی تدابیر عبث ہوتیں تو اسقدر بے انتہا اسباب نصیحتوں کے خداوند کریم پیدا نہ فرماتا یعنے انبیاء و مرسلین کا آنا۔ کتب وصحائف آسمانی کا نازل ہونا۔ نیز طرح طرح سے رحمت وقدرت کی یاد دہانیاں وغیرہ وغیرہ غرض کہ اسی لئے زیادہ سے زیادہ دور دراز اور بسیط ووسیع ہدایات کے اسباب خداوند کریم کی طرف سے ہر زمانہ میں جاری رہے اور ہمیشہ جاری رہیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کی تدابیر بے حد ضروری ہیں

اور اگر یہ کہیے کہ کبھی کسی کو نعمتِ وہبی یعنی فیضِ بلامحنت کس طرح حاصل ہوگیا؟ مختصر جواب اسکا یہ ہے کہ نظر زیادتی پر رکھنی چاہیئے۔ یعنی جو عادت اللہ ہمیشہ جاری ہے اُسی کا خیال زیادہ لازم ہے اور ظاہر ہے کہ بمقابلہ دوامی معاملات کے گاہے ماہے جو بات ہو اسپر چنداں نظر ڈالنی ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو وہ فیض بھی دراصل کسی فیض ہی کا نتیجہ ہوگا کیونکہ بحکم خداوند کریم جس بزرگ سے فیض وہبی پہونچا ہوگا اُس بزرگ کو بھی نیک تدبیروں سے ہی وہ مرتبہ ملا ہوگا جو فیض اس نے دوسرے کو پہونچایا۔ نیز مرتبہ بھی مفت نعمت پالینے کا نہایت کم ہے چنانچہ عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔ علاوہ اسکے ہر قسم کے فیض میں انبیاء اور اولیاء کی جامع دعائیں شامل ہیں خصوصاً اس امت کو جو نعمت ملتی ہے وہ حضور صلعم کی جامع دعاؤں کا نتیجہ ہے اور دعا تدبیر ہے غرضکہ یکایک فیض پہونچ جانے کا بڑا بھاری تعلق تدبیر سے ہے۔ میرے دعوے کے ثبوت میں وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری کیسی دل ہلا دینے والی آیت ہے یعنے انسان کے واسطے خدا کے ہاں وہی ہے جو کچھ اس نے کوشش کی اور اپنی کوشش کو خدا کے یہاں صاف صاف دیکھ لیگا۔ آیت شریف کے اِس مطلب صحیحہ سے صاف ثابت ہوگیا کہ تدبیر ضروری ہے اور اُسکا بدلہ ملنا بھی ضروری ہے اور انسان کی زندگی تدبیر سے وابستہ ہے۔ ایسے دانشمند تدبیروں سے جو کچھ فائدے ہوئے ہیں۔ اُن کی کیسی کیسی حکایات عبرت آمیز قابل غور و خوض کتب معتبر

میں موجود ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ وعظ کی مجلس میں جو بلا قصد بھی اتفاقیہ شریک ہو گیا تو اُسکے گناہ معاف ہو گئے۔ یہ لفظ کہ "گناہ معاف ہو گئے" معمولی لفظ نہیں ہے بلکہ بالفاظ دیگر یوں سمجھے کہ کروڑہا برس کے سخت ترین جہنم کے جیلخانوں میں بے انتہا تکالیف شدید کو بھگتنے سے بچگیا۔ سبحان اللہ کیا نعمت ہے ہمارے تمہارے اور سب کے باپ آدم علیہ السلام نے باوصف جاننے کے کہ سب کچھ تقدیر سے ہے۔ یہی درگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ مطلب یہ کہ اَے ہمارے خدا ہم نے بڑا گناہ کیا اگر تو نہیں بخشے گا تو بے انتہا نقصان ہم پائیں گے بلکہ جب خدا نے پوچھا کہ یہ سب کچھ میری تقدیر سے ہوا پھر تو نے کیوں شرمندگی ظاہر کی عرض کیا کہ ادب کو ترک کرنا مناسب نہ جانا حکم ہوا کہ ہم نے بھی تیری عزت دوجہان میں رکھی چنانچہ بخشش ہوئی اور کیا کیا درجے اُن کی اولاد کے مقبول بندوں کو عطا فرمائے۔ دیکھئے شیطان نے صرف تقدیر پر نظر کر کے بما اغویتنی (تو نے ہی اَے خدا مجکو گمراہ کیا) کہدیا پس کیسا سخت مردود مطرود کر دیا گیا۔ معلم الملکوت کو صرف تقدیر پر جم جانے سے ذلت اور انسان خاکی کو تدبیر پر نظر رہنے سے یہ عزت ملی۔ غور فرمائیے۔ غرضکہ تقدیر ہی پر جم جانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اپنی نفسانیت دُور ہونے کی دعائیں کرتے رہنا بے حد ضروری ہیں۔ حدیث میں ہے الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا تمام عبادتوں کا مغز ہے اس حدیث سے بھی تدبیر کا ضروری ہونا

بلکہ تدبیر یعنی دعا کی فضیلت تمام دوسری تدبیروں پر بالا وے ثابت ہے علاوہ اسکے سورتوں اور آیتوں اور حدیثوں سے تدبیر نیک کرنی ثابت ہوگئی۔ مزید براں یہ کہ تمام انبیاء واولیاء وعلماء ونا صحین ووا عظین اور تمام احادیث اور سارا قرآن ایک اعتبار سے نیک اعمال کی مجسم تدبیریں ہیں۔ چند اشارات مذکورۃ الصدر کے علاوہ اور بھی بڑی بڑی زبردست دلیلوں سے یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ عالم اسباب میں اسباب کی پابندی بے حد ضروری ہے اور زمانہ عالم اسباب ہے جس میں سب سے بہتر ہدایت کا اسباب نصیحت ہے جسکی پابندی نہ کرنا سخت کفران نعمت بلکہ اپنی پیدائش کی اصلی غرض سے انکار کرنا ہے نعوذ باللہ۔ کیا زبردست عبرت خیز دہمکی خداوند کی طرف سے ہے افحسبتم انما خلقنا کم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کیا سمجھ لیا تم نے اے غافل انسانو کہ تم کو ہم نے عبث پیدا کیا اور تم کو ہماری حضوری میں پیش ہونا نہیں ہے۔ العاقل یکفی بہ الاشارۃ

مناجات

تضمین بر مناجات اڈیٹر رسالہ الوعظ جناب مولوی محمد اسحاق صاحب۔
از نتیجہ فکر جناب شیخ محمد فرزند علی طالب از قصبہ پارہم ضلع مین پوری

جب قیامت ہو بپا اور بھائی کا بھائی نہو — نفسی نفسی لب پہ ہو صبر و شکیبائی نہو
الاماں اپنے گناہونکی گھٹا چھائی نہو — ذات مولا ہمیشہ غصے میں کہیں آئی نہو

یا الٰہی اُس بھرے محشر میں رسوائی نہو

رند ہوں میں یا کہ ہوں عیاش مولا بخشدے | تیغ غم سے ہے جگر صد پاش مولا بخشدے
ہو نجائے اپنا پردہ فاش مولا بخشدے | چپ چپاتے ہی ہمیں ای کاش مولا بخشدے

اپنے عصیاں کی وہاں خلقت تماشائی نہو

روز و شب کرتا رہا ہی فعل بد تو بر محل | اب بھی کچھ بگڑا نہیں ہی ہوش میں آ جا سنبھل
آج توبہ کرے شاید تجھکو پھر آئی نہ کل | ای مسلماں چھوڑ دے یہ فاسقوں کے سے عمل

کل قیامت میں کہیں تیری بھی رسوائی نہو

اپنے بیگانوں سے رشتہ توڑ کر آیا ہی یہ | باپ ماں فرزند سے منہ موڑ کر آیا ہے یہ
یک بیک ظرف محبت پھوڑ کر آیا ہی یہ | سب کے سب اپنے پرائے چھوڑ کر آیا ہی یہ

تربت مومن میں ای اللہ تنہائی نہ ہو

جو ترے مقبول بندے ہیں محبت ان سے ہو | المضاعف ان سے رغبت ہو مروت ان سے ہو
اور جو مردود ہیں ہر طرح نفرت ان سے ہو | یا خدا نیکوں کی صحبت اور الفت ان سے ہو

عاصیوں سے مجھکو کچھ شناسائی نہو

جب سوا نیزہ پہ ہووے آفتاب آ کر کھڑا | تیری رحمت ابر بنکے مومنوں کو لے بچا
منکروں پر ہو عذاب بیحد و بے انتہا | سب مسلمانوں پہ ای اللہ سایہ عرش کا

دہوپ میں اس روز یہ مخلوق گھبرائی نہو

ہیں کئے جرم و خطا گو دو بدو مخلوق نے | منکروں کو کر لیا اپنا عدو مخلوق نے
یہ بڑی حکمت کی کی ہے جستجو مخلوق نے | سنلیا ہوگا کہیں لا تقنطوا مخلوق نے

تیری رحمت کے بھروسے پر یہ اترائی نہو

سلہ اسکا بقیہ ٹائیٹل کے صفحہ تین کا ملاحظہ ہو۔